# مغرب پرستوں پر اقبال کی تنقید

☆ ڈاکٹر میاں عبدالغنی فاروق

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے۔ (۱)''

علامہ اقبالؒ نے اس رائے کا اظہار مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے جو ''اقبال نامہ'' جلد اول میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ مرحوم ان لوگوں سے کتنی شدت سے بیزار و متنفر تھے جو نام و نسب کے مسلمان ہیں، مسلمان معاشرے میں رہتے ہیں، مگر ان کے دل و دماغ یورپ کے نظریات و افکار کے اس بُری طرح شکار ہیں کہ وہ اسلام کے مقابلے میں یورپ سے درآمد شدہ ہر نظریے اور فکر کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام سے بے بہرہ رہتے ہیں، اسلامی اقدار و اخلاق سے عاری ہوتے ہیں، مگر مغربی فلاسفہ اور مصنفین کی تقلید میں، ان موضوعات کے بارے میں ان کا اندازِ گفتگو انتہائی غیر سنجیدہ، مضحکہ خیز اور توہین آمیز ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ طبقہ علامہ اقبال کی زندگی میں بھی خاصی بڑی تعداد میں تھا اور آج بھی نہ صرف ساری خصوصیات سمیت موجود ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ بااثر ہے۔ اسی لئے آزادی کے کم و بیش ۴۵ سال گزرنے کے بعد بھی اس طبقے پر اقبال کی تنقید میں روزِ اول کی سی تازگی نظر آتی ہے اور گہرائی بھی۔

اس امر میں کوئی کلام نہیں کہ عالم اسلام آج ہمہ نوع زوال کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے حتیٰ کہ دورِ غلامی میں بھی یہ ایسی المناک اور گھمبیر صورت حال سے دوچار نہ تھا۔ سیاسی، تہذیبی، علمی، اخلاقی، روحانی غرض ہر اعتبار سے ملت اسلامیہ ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اور اگر جائزہ لیں تو اسکا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ سامراجی طاقتوں سے آزادی کے بعد بدقسمتی سے مسلمان ملکوں پر وہ طبقہ قابض ہو گیا جو مغرب کا پرستار تھا، بلکہ مغرب سے بڑھ کر

☆ سابق استاد و صدر شعبہ اردو گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور۔

مغرب کا وفادار تھا۔ اس بد بخت اور منحوس طبقے نے جو فوج میں بھی تھا، بیورو کریسی میں بھی تھا اور سیاست کاروں میں بھی، عالم اسلام کو حقیقی آزادی کا سانس لینے ہی نہیں دیا اور اسے ظلم وعدوان، قتل و غارت گری اور بے دینی و اباحیت کی ایسی تاریکیوں میں جھونک دیا کہ آج ساری اسلامی دنیا اس کا بدترین خمیازہ بھگت رہی ہے۔ چنانچہ ترکی میں مصطفی کمال پاشا نے، مصر میں جمال عبدالناصر نے، عراق میں صدام حسین نے، شام میں حافظ الاسد نے، تیونس میں حبیب بورقیبہ نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو بہیمانہ طرزِ عمل اختیار کیا، کمیونسٹ ممالک کے سوا کسی بدترین اسلام دشمن طاقت نے بھی اختیار نہیں کیا تھا چنانچہ ان ممالک میں علما کی قوت کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی، اسلامی شریعت کو عملاً متروک قرار دیا گیا، متذکرہ حکمرانوں کے ادوار میں مسلم اکثریت کے ان ممالک میں عبادات تک کو مشکل بنا دیا گیا، عورتوں کو زبردستی بے پردہ کر دیا گیا، اسلامی لباس پر پابندیاں نافذ کر دی گئیں اور بنیادی انسانی حقوق سلب کر لیے گئے۔

یہاں پاکستان میں بھی آج ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں اور ملک ہمہ گیر قسم کے جن بے شمار بحرانوں میں مبتلا ہے۔ اس کا سبب بھی یہی مغرب پرست طبقہ ہے اور پاکستان کی ساری تاریخ اس پر شاہد عادل ہے، اقبال ہی کے الفاظ ہیں۔

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

مغرب پرست طبقے میں اپنے کردار اور رویے کے اعتبار سے بدترین وہ لوگ تھے جو اشتراکیت کے ہمنوا اور سوویت روس کے زلہ خوار تھے۔ ان میں شاعر و ادیب بھی تھے اور صحافی و دانشور بھی، ان میں اساتذہ بھی تھے اور مفکر و سیاست دان بھی۔ ان لوگوں نے کارل مارکس اور لینن کی ہفوات کو وحی والہام کی طرح قبول کیا، اور اشتراکی روس کو جنت ارضی قرار دے کر اس کی ثنا خوانی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ انہوں نے شعر و افسانہ اور نظم و نثر میں دینی تعلیمات اور اسلامی شعائر کو برملا طنز و استہزا کا نشانہ بنایا اور

باقاعدہ مہم چلا کر اخلاقی اقدار اور پاکیزہ تہذیبی روایات کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان کی تحریروں کے موضوعات جنس، عورت، تشکیک والحاد اور طبقاتی منافرت کے گرد گھومتے ہیں۔

اس طبقے سے وابستہ شعراء، ادباء اور دانشور امریکہ کو گالی دیتے ہیں مگر امریکہ ہی ان کا آئیڈیل ہے۔ ان کی ذاتی زندگیاں امریکیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں اور علماء اور اسلامی نظام کے حامیوں کے خلاف یہ وہی زبان استعمال کرتے ہیں جو امریکی رسائل و جرائد اور ذرائع ابلاغ کا وطیرہ ہے۔ اور عبرت ناک منظر یہ ہے کہ سوویت یونین کے زوال کے بعد یہ لوگ باجماعت انداز میں امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے ہیں اور اس کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں، اس رویے کے افراد اسلامی نظام کے حامیوں کی کردارکشی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے اور شعر و افسانہ اور صحافت میں یہ مستقل طور پر معاملات کو الجھانے اور طے شدہ امور میں ابہام پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

اس قماش کے لوگ اقبال کی زندگی میں بھی موجود تھے اور آج بھی خاصی بڑی تعداد میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اس لیے ان پر اقبال کی تنقید ہنوز تازہ ہے۔ دیکھیے کتنے دکھ، کرب اور بیزاری و نفرت سے وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا
ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار (۲)

اقبال کے فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ مغربی تہذیب کے بے رحم نقاد تھے، مگر انہیں اصل شکایت اس کے مسلمان پیروکاروں اور علمبرداروں سے تھی جو آنکھیں بند کر کے روس اور یورپ کے نظریات واعمال کی تقلید کرتے اور ان کے اگلے ہوئے نوالے چبانے میں مصروف رہتے ہیں:

تقلید پہ یورپ کی رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے (۳)

چنانچہ اقبال کی زندگی میں میکالے کے نظامِ تعلیم نے مطلوبہ نتائج پیدا کرنے شروع کیے اور غلامی کی نفسیات کے عین مطابق مسلمان نوجوانوں نے احساسِ کمتری اور بے یقینی کے تحت اسلامی اقدار وروایات سے بغاوت کر کے یورپی اور اشترا کی افکار واعمال کو اختیار کرنا شروع کیا، تو اقبال تڑپ اٹھے، فرمایا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ (۴)

اور مسلمان نوجوانوں میں الحاد کی اس وبا پر اقبال ساری عمر ماتم کناں رہے اور مختلف طریقوں سے انہیں اس زہرِ ہلاہل سے بچا کر اسلام کے آبِ حیات کی طرف کھینچ لانے کی کوشش کرتے رہے۔ انہیں غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر
مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ہے تو زر نگار و بے شمشیر (۵)

دوسرے بند میں نہایت کرب، دکھ اور غصے کے ملے جلے جذبات سے ان لوگوں پر

تنقید فرماتے ہیں جو مغرب پرستی میں اندھے ہو کر خدا کے وجود تک کا انکار کر دیتے ہیں۔

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
وجود کیا ہے فقط جوہرِ خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود تیرا(۶)

اس طبقے کو یورپ کی ہر چیز سے محبت ہے اور وہ دیارِ فرنگ سے آئی ہوئی ہر بات کو مستند سمجھ کر قبول کرتا ہے، مگر بدقسمتی سے اسلام اور اسلامی تاریخ سے اسے بغض و عداوت ہے:

تجلی کی فراوانی سے فریاد — خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
گوارا ہے اسے نظارۂ غیر — نظر کی نامسلمانی سے فریاد (۷)

ایک اور جگہ کہا:

جان بھی گردِ غیر، بدن بھی گردِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکیں ہے، نہ مکاں ہے (۸)

اور مغربی فلسفہ و عمل کے کسی ایسے ہی اندھے مقلد نوجوان کی باتوں سے دل گرفتہ ہو کر اسے غیرت دلانے کی کوشش کرتے ہیں:

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا زناریٔ برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی — ہے اس کا طلسم سب خیالی
شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز — سن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز
انجامِ خرد ہے بے حضوری — ہے فلسفہ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت — ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت (۹)

اقبال بڑے دکھ کے ساتھ یہ دیکھتے ہیں کہ مغرب پرستوں کا یہ ٹولہ یورپ کی مدح وتحسین میں تو رطب اللسان رہتا ہے، مگر یورپ کی خوبیوں کو قبول نہیں کرتا اور نہایت عاقبت نااندیشی اور حماقت سے محض وہاں کی خامیوں کو سینے سے لگاتا ہے۔ چنانچہ یورپ کی محنت

وکاروباری دیانت، اولوالعزمی، قوم ووطن سے گہری محبت، علم وتحقیق وایجادات سے خاص وابستگی اور عمل کی دھن ان میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتی، بلکہ اس کے برعکس مذہب وآخرت کی طرف سے غیر سنجیدگی، تفریح پسندی، مادہ پرستی، منفعت کشی اور بے باکی و بے حیائی ان کے مزاج کا حصہ بن گئے ہیں۔'' جاوید نامہ'' میں ابدالی کی زبان سے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

قوت مغرب نہ از چنگ ورباب
نے زِرقصِ دخترانِ بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست
نے زعریاں ساق و نے ازقطع موست
محکمی اورانہ از لادینی است
نے فرد غش از خطِ لاطینی است
قوتِ افرنگ از علم وفن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و برید جامہ نیست
مانعِ علم وہنر عمامہ نیست
علم وفن را اے جوانِ شوخ وشنگ
مغز می باید نہ ملبوسِ فرنگ
اندریں رہ جز نگہ مطلوب نیست
ایں کلہ یا آں کلہ مطلوب نیست
فکرِ چالا کے اگر داری بس است
طبعِ درّا کے اگر داری بس است (۱۰)

یعنی: ''یورپ کی قوت، نغمہ وموسیقی اور بے حجاب لڑکیوں کی وجہ سے نہیں ہے نہ یہ

قوت خوبصورت اور حسین وجمیل چہروں اور ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے سبب سے ہے۔ انہیں جو حیثیت حاصل ہوئی ہے وہ لادینی نظام اور لاطینی رسم الخط کی وجہ سے بھی نہیں ہے، بلکہ یورپ کی کامیابیوں کا اصل سبب ان کا علم وفن ہے جو ہم بھی جبہ وعمامہ کے باوجود حاصل کر سکتے ہیں۔ علم وفن حاصل کرنے کے لیے اے جوانِ رعنا، مغز کی ضرورت ہے اس کے لیے مغربی لباس ضروری نہیں ہے۔ اس سلسلے میں عقل وفراست اور دوراندیشی مطلوب ہے۔ مغربی وضع قطع اختیار کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ترقی اور عظمت حاصل کرنے کے لیے عمل، ذہانت اور تیز نگاہی کی ضرورت ہے اور بس۔''

اسی نظم میں تھوڑی دیر کے بعد انہی کے خیالات کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں

بندۂ افرنگ از ذوقِ نمود
می برد از غربیاں رقص وسرور
نقدِ جانِ خویش در بازد بہ لہو
علم دشوار است می سازد بہ لہو
از تن آسانی بگیرد سہل را
فطرتِ او در پذیرد سہل را(۱۱)

''یعنی یورپ کے ذہنی غلاموں نے اپنے چھچھورے پن اور سطحیت پسندی کی وجہ سے بے حد قیمتی چیز یعنی زندگی کو لہو ولعب کے لیے وقف کر دیا اور یہ اس لیے ہوا کہ علم کا حاصل کرنا مشکل کام تھا جو وہ اپنی کم ہمتی اور سہل پسندی کی وجہ سے اختیار نہ کر سکے۔''

یورپ کی محض سطحی اور منفی خصوصیات اختیار کرنے والے نوجوانوں کی حالت پر مزید افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل

نہ زورِ حیدریؑ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ
نہ ڈھونڈھ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی (۱۲)

وہ مسلمان نوجوانوں کے لیے یورپی تہذیب کی تقلید کو ننگ و عار اور بدترین قسم کی بے حمیتی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جو تجدید کے حق میں شور اٹھا ہے، دراصل یہ یورپین تہذیب کی تقلید کا بہانہ ہے اور یہ تقلید مسلمانوں کی خودی کو ناکارہ بنا دے گی۔

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ
تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
اس قوم کو تقلید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزمِ شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ (۱۳)

یہ اشعار پڑھتے ہوئے بے اختیار خیال آیا کہ یہ باتیں تو اپنی نوعیت کے اعتبار سے واقعتاً الہامی ہیں۔ ایک شخص کہ جس کی ساری پہچان اور شہرت اقبال کی وجہ سے ہے۔ اجتہاد، اجتہاد کی تکرار کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ اپنے عمل و کردار کے حوالے سے شاید ایسا اجتہاد چاہتا ہے جس کی رو سے شراب نوشی، رقص و سرور، بے پردگی اور مکمل مغرب پرستی کا جواز ثابت ہو جائے۔ آہ یہ دن بھی ہم نے دیکھنے تھے۔

پاسباں مل گئے کعبے سے صنم خانے کو

اقبال کے نزدیک جو لوگ آنکھیں بند کر کے مغربی تہذیب کی تقلید کرتے ہیں اور اپنی تاریخ و تہذیب سے بیگانگی و اجنبیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ دراصل سخت جاہل اور کور نظر

ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''مغربی کالجوں کے پڑھے ہوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار سے کتنے فرومایہ ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اسلامیت کیا ہے اور وطنیت کیا چیز ہے؟ وطنیت ان کے نزدیک لفظ وطن کا محض ایک مشتق ہے اور بس۔ (۱۴)''

سفرِ مدراس میں ایک انٹرویو نگار سے کہا:

''ہمارے نوجوانوں کی باتیں کہ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر تمام تر توجہ سیاسیات پر دینی چاہیے یورپ کی غلامانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں جس کی مادہ پرستی یورپ کی روحانیت اور دوسری اقوام کی مادیت کے لیے پیامِ موت ثابت ہو چکی ہے۔ (۱۵)''

اقبال نے متعدد دوسرے مقامات پر بھی مغرب پرست طبقے پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ قادیانیت پر بحث کرتے ہوئے پنڈت نہرو کے نام ایک تفصیلی خط میں مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقے کی دینی جہالت پر یوں افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

''نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختمِ نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کے ہوّے نے انہیں حفظِ نفس کے جذبے سے عاری کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان جوان کے نزدیک مُلّا زدہ ہے اس تحریک کے مقابلے میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔''(۱۶)

ایک اور مضمون میں مغربیت زدہ تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کی ذہنی غلامی اور روحانی تہی دامنی پر یوں صدمے کا اظہار کرتے ہیں:

''موجودہ نسل کا مسلمان نوجوان قومی سیرت کے اعتبار سے ایک بالکل ہی نئے اسلوب کا حامل ہے جس کی عقلی زندگی اسلامی تہذیب کے تقاضوں کے مطابق نہیں۔ حالانکہ میری رائے میں وہ اس کے بغیر نیم مسلمان، بلکہ اس سے بھی کم تر ہے۔ اس کا دماغ مغربی خیالات کی جولانگاہ بنا ہوا ہے اور میں علیٰ رؤس الاشہاد کہتا ہوں کہ اپنی قومی روایات سے عاری ہو کر اور ہر وقت مغربی لٹریچر کے نشے میں سرشار رہ کر اس نے اپنی ملی زندگی کو اسلامی مرکزِ ثقل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے عقلی وادراکی اعتبار سے وہ مغربی دنیا کا غلام ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ اس کی روح خودی کے اس عنصر سے خالی ہے جو اپنی تاریخ اور لٹریچر کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ (۱۷)"

انہی احساسات کو شعری زبان سے یوں بیان کرتے ہیں:

ہوا ہے بندۂ مومن فسونئ افرنگ
اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک (۱۸)

برا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری (۱۹)

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی وتقلید سے کور (۲۰)

اور بے دینی، بے یقینی، تشکیک والحاد اور بے علمی و بے عملی نے جس قسم کے نوجوان پیدا کیے ان پر اقبال سراپا ماتم نظر آتے ہیں:

یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک (۲۱)

نوجوانان تشنہ رو، خالی ایاغ
شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و ناامید
چشمِ شاں اندر جہاں چیزے ندید
ناکساں منکر زخود مومن بغیر
خشت بند از خاکِ شاں معمار دَیر (۲۲)

اقبال اس تلخ حقیقت سے بڑے پریشان تھے کہ مغربی تقلید اور تعلیم نے خصوصاً مسلمان نوجوانوں سے ان کی ساری خوبیاں چھین کر انہیں عیش پسندی اور مادہ پرستی کی دلدل میں دھکیل دیا ہے وہ شاہینی صفات کھو بیٹھے ہیں اور کرگس کی ہوسنا کی اور بد ذوقی انہوں نے اختیار کر لی ہے:

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی (۲۳)

اور ''ضربِ کلیم'' میں اس طبقے کی ہمہ نوع بے مائیگی پر یوں کرب کا اظہار کرتے ہیں:

میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی
نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستین خالی (۲۴)

اپنے مشہور خطبہ ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں انہوں نے دوٹوک انداز میں اس طبقے کی مذمت کی ہے:

ایک قلیل البضاعت مسلمان، جو سینے میں ایک درد بھرا دل رکھتا ہے، میری رائے میں قوم کے لیے بمقابلہ اس بیش قرار تنخواہ پانے والے آزاد خیال گریجویٹ کے زیادہ سرمایہ نازش ہے، جس کی نظروں میں اسلام اصولِ زندگی نہیں ہے، بلکہ محض ایک آلہ جلبِ منفعت ہے، جس کے ذریعے سے بڑے بڑے سرکاری عہدے زیادہ تعداد میں حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ (۲۵)

اس کورنظر، کم حوصلہ، سطح بین اور جاہل و مفاد پرست طبقے میں عام مسلمان نوجوان ہی نہیں، بلکہ سیاست کار، حکمران، ذمہ دار افسران اور اساتذہ سب شامل تھے اور اقبال سب سے متنفر و بیزار ہیں۔ چنانچہ خواجہ عبدالوحید اپنی ڈائری میں اقبال کے ملفوظات کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں جو اقبال کے عمومی لہجے کے حوالے سے ہرگز مبالغہ آمیز نظر نہیں آتا۔

''میرا مدت العمر کا مطالعہ اور مشاہدہ مجھے یقین دلا چکا ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان بالکل بے کار ہیں۔ یہ مستحق التفات ہی نہیں، مزید فرمایا ''اگر میں قرونِ متوسط کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو اس گروہ کو ہلاک کر دوں۔'' (۲۶)

# حوالہ جات وحواشی


۱۔ اقبال نامہ جلد اول، ص ۱۶۹

۲۔ ضرب کلیم، ص ۵۹۰

۳۔ ایضاً، ص ۶۱۳

۴۔ بانگِ درا، ص ۲۰۳

۵۔ ضرب کلیم، ص ۴۹۵

۶۔ ایضاً، ص ۴۹۶

۷۔ ارمغانِ حجاز (اردو)، ص ۶۷۲

۸۔ ضربِ کلیم، ص ۶۱۳

۹۔ ایضاً، ص ۴۸۰

۱۰۔ جاوید نامہ، ص ۷۶۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۷۶۷

۱۲۔ بالِ جبریل، ص ۴۱۱

۱۳۔ ضربِ کلیم، ص ۶۳۰

۱۴۔ اقبالیاتِ ماجد، ص ۶۳

۱۵۔ انوارِ اقبال، ص ۴۲

۱۶۔ فیضانِ اقبال، ص ۴۳۸

۱۷۔ مقالاتِ اقبال، ص ۱۳۲

۱۸۔ ضربِ کلیم، ص ۶۰۱

۱۹۔ بالِ جبریل، ص ۳۳۵

۲۰۔ ضربِ کلیم، ص ۵۳۱

۲۱۔ بالِ جبریل، ص ۳۵۹

۲۲۔ جاوید نامہ، ص ۷۹۰

۲۳۔ بالِ جبریل، ص ۳۰۹

۲۴۔ ضربِ کلیم، ص ۵۳۳

۲۵۔ مقالاتِ اقبال، ص ۱۳۴

۲۶۔ اوراقِ گم گشتہ، ص ۲۹۷